

قسط سوم :-

عثمان غنیؓ پر اعتراضات اور ان کا جائزہ

(جناب ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب (صدر شعبہ عربی و فارسی دہلی یونیورسٹی)

• گذشتہ سے پیوستہ •

۱۳۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے اپنے ان تین دامادوں کو خزانہ سے پچاس پچاس ہزار روپے کا عطیہ دیا:

(۱) مردان بن حکم شوہرام ابان بنت عثمان غنیؓ

(۲) مردان کے بھائی حارث بن حکم شوہر عائشہ بنت عثمان غنیؓ

(۳) سعید بن عاص گورنر کوفہ از ۳۳ھ تا ۳۴ھ شوہرام عمرو بنت عثمان غنیؓ

قاضی مکہ حسین دیار بجری اس اعتراض کو الزام قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عثمان غنیؓ نے یہ رقم اپنے پاس سے لڑکیوں کے جہیز پر صرف کی تھی، وہ اتنے مال دار اور مرفہ الحال تھے کہ ان کو سرکاری روپیہ لینے کی مطلق ضرورت نہ تھی بلکہ

معتزلی عالم ابو علی جہانیؒ نے بھی اس اعتراض کو غلط قرار دیا ہے: یہ جو کہا جاتا ہے کہ عثمان غنیؓ نے اپنے تینوں اموی دامادوں کو پانچ پانچ لاکھ روپے (ایک ایک لاکھ دینار) عطا کئے تو یہ ان کا ذاتی روپیہ تھا اور یہ روایت صحیح نہیں کہ انھوں نے یہ روپیہ خزانہ سے دیا اور اگر صحیح بھی ہو تو اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ عثمان غنیؓ نے مزعومہ رقم واپس نہیں کی، حاکم کے لئے دقت ضرورت ایسا کرنا

جائز ہے کہ خزانہ سے روپیہ لے لے اور بعد میں لوٹا دے جس طرح اس کو اس بات کا حق ہے کہ خزانہ سے دوسرے کو قرض دیدے۔

۱۴۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے حارث بن حکم کو بازارِ مدینہ سے عشرِ ٹیکس وصول کرنے کی اجازت دی، یعنی حارث کو جو ان کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے اس بات کا اختیار دیا کہ جتنا سامان تجارت شہر میں آئے اس سے دسواں حصہ بطور ٹیکس وصول کر کے اپنی جیب میں رکھا کریں، بالفاظِ دیگر بازار سے ٹیکس وصول کرنے کا اجارہ دیدیا، قاضی دیار بکری اس اعتراض کی تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

”إنما جعل (عثمان) إلیہ (الحارث) سوق المدینة لیرعی أمر المناقيل والموازين
ففسلّط یومین أو ثلاثة علی باعة النوى واشترای لنفسه فلما رفع ذلك
إلی عثمان أنکر علیہ وعزلہ“

صحیح بات یہ ہے کہ عثمان غنیؓ نے حارث کو بازار کا محتسب بنایا تھا، ان کی ڈیوٹی یہ تھی کہ بازار کے باٹوں، پیمانوں اور سکوں کی نگرانی کریں (اور تاجرانہ بدعنوانیاں نہ ہونے دیں) دو یا تین دن انھوں نے عرافوں کو مجبور کیا کہ سونا صرف ان کے ہاتھ بیچیں، اس کی شکایت عثمان غنیؓ سے کی گئی تو انھوں نے حارث کو پھٹکارا اور محتسب کے منصب سے معزول کر دیا۔ مخالفوں نے پروپیگنڈے کی مشین میں ڈال کر واقعہ کی شکل و ہیئت بالکل بدل ڈالی۔

۱۵۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے سرکاری روپے سے متولی خزانہ زبید بن ثابت کو پچاس ہزار روپے کا عطیہ دیا۔ حقیقت کیا تھی اور مخالفوں نے مسخ کر کے اس کو کس صورت میں پیش کیا، یہ معلوم کرنے کے لئے قاضی مکہ حسین دیار بکری کی تحقیق ملاحظہ ہو:-

”الصحيح أنه أمر بتفرقة المال على أصحابه ففضل في بيت المال ألف
درهم فأمر بأنفاقها في ما يراه يصلح للمسلمين فأنفقها زيد على عمارة مسجد النبي

طہ شرح نہج البلاغہ ۱/ ۲۳۳ طہ تاریخ الخمیس ۲/ ۲۶۸ طہ انساب الاشراف ۵/ ۳۸

صلی اللہ علیہ وسلم بعد ما زاد عثمان فی المسجد زیادة ۱۵

حق بات یہ ہے کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت کو ہدایت کی کہ (ابو موسیٰ اشعری گورنر بصرہ کے لائے ہوئے) روپے کو مستحقین میں تقسیم کر دیں، تقسیم کے بعد پانچ سو روپے بچ گئے تو عثمان غنی نے زید کو حکم دیا کہ ان کو مصاحح عامہ کے کسی کام پر خرچ کر دیں، زید نے یہ رقم مسجد نبوی کی نوک پلک درست کرنے پر صرف کر دی جس کی حال ہی میں توسیع و تجدید ہوئی تھی۔

۱۶۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے چوتھے داماد عبداللہ بن خالد بن اسید کو سرکاری روپے سے ڈیڑھ لاکھ روپے کا عطیہ دیا۔

عبداللہ کو عثمان غنی کی لڑکی منسوب تھیں، قاضی مکہ دیار بکری کہتے ہیں کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ رقم خزانہ سے قرض لے کر دی تھی اور بعد میں ادا کر دی تھی۔

”وأما ما ذكره من صلة عبد الله بن خالد بن أسيد بثلاثمائة ألف درهم فان أهل مصر عاتبوا علي ذلك لما حاصروا فأجابهم بأنه استقرض له ذلك من بيت المال وكان يحتسب لبيت المال ذلك من مال نفسه حتى وفاه“
(تاریخ الخلفاء ۲/۲۶۷-۲۶۸)

اس موضوع پر دوسری رپورٹ یہ ہے کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مروان کو ساڑھے سات ہزار روپے اور عبداللہ بن خالد بن اسید کو پچیس ہزار روپے خزانہ سے دلوائے تھے، اُس پر بڑے صحابہ (اصحاب شوری) نے اعتراض کیا تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ دونوں رقمیں خزانہ میں جمع کرا دیں۔
۱۷۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بہت سی جاگیریں دیں۔

یہ اعتراض بے معنی اور محض پروپیگنڈے بازی پر مبنی ہے، کیونکہ رسول اللہ، ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم سب نے جاگیریں دی تھیں۔ اور رسول اللہ نے سب سے زیادہ، یہاں ہم صرف چند کے ذکر پر اکتفا کریں گے، حجاز و نجد سے نکلے ہوئے یہودیوں کی کئی بستیاں خالصہ ہوئی تھیں۔

۱۸۔ تاریخ الخلفاء ۲/۲۶۸ ۱۵ تاریخ الامم ۵/۱۰۱۔

یعنی بغیر جنگ کے حاصل ہوئی تھیں اور اس لئے کلینۃ رسول اللہ کے ملک میں آگئی تھیں، ان لہستوں سے رسول اللہ ضرورت مند افراد اور اپنے عزیز و اقارب کو جاگیریں دیا کرتے تھے، مثلاً یہ چار جاگیریں انھوں نے اپنے داماد علی بن ابی طالب کو عطا کی تھیں:

فقیرین، بئر قیس اور شجرۃ، اپنے خسر ابو بکر صدیقؓ کو بنو نضیر اور خیبر کی اراضی سے ایک ایک جاگیر اور دوسرے خسر عمر فاروق کو مدینہ کے باہر اور خیبر میں ایک ایک جاگیر دی تھی، دو جاگیریں زبیر بن عوام کو عطا کی تھیں اور ایک عبدالرحمن بن عوف کو، یہی نہیں رسول اللہ نے متعدد جاگیریں ایسے علاقوں میں بھی عطا کیں جو ہنوز فتح نہیں ہوئے تھے جیسے شام کا مقدس گاؤں بیت لحم جس کی فرائش تمیم داری نے کی تھی۔

ابو بکر صدیقؓ نے اور لوگوں کے علاوہ ایک جاگیر اپنے داماد زبیر بن عوام کو اور دوسری جاگیر دوسرے داماد طلحہ بن عبید اللہ کو عطا کی تھی۔

عمر فاروقؓ نے دیگر افراد کے علاوہ ینیع کا سرسبز نخلستان اپنے داماد علی بن ابی طالب کو اور ایک جاگیر زبیر بن عوام کو دی تھی۔

جہاں تک ہمیں معلوم ہے عثمان غنیؓ نے ان چھ افراد کو جاگیریں دیں: عثمان بن ابی العاص ثقفی، ان کو بصرہ کے باہر اس مکان کے بدلہ میں جاگیر دی گئی جو عثمان غنیؓ نے مسجد نبویؐ میں ضم کر لیا تھا۔ (۲) عبداللہ بن مسعود (۳) عمار بن یاسر یا زبیر بن عوام (۴) حباب بن ارت۔

(۵) اسامہ بن زید یا سعد بن ابی وقاص، ان میں زبیر بن عوام کے علاوہ جو سہ سہ تھے عثمان غنیؓ کا کوئی رشتہ دار نہ تھا، ان صحابہ کو جاگیر دینے کی رپورٹ قارئین کو یاد رکھنا چاہئے مسلم نہیں ہے،

۱۔ کتاب الاموال ابو عبید قاسم بن سلام ص ۲۴۲ و کتاب الامام شافعی مصر ۳/ ۲۶۹ و فتوح البلدان ص ۲۴۲، ۲۴۳-۲۵۰۔

۲۔ فتوح البلدان ص ۱۹ و کتاب الاموال ص ۲۴۶ ۳۔ فتوح البلدان ص ۱۹ و کتاب الاموال ص ۲۴۶ و کتاب الخراج

یحییٰ بن آدم ص ۲۰، ۲۱۔ فتوح البلدان ص ۱۹، ۲۰ و کتاب الامام ۳/ ۲۶۹ ۵۔ معجم البلدان ۵/ ۲۶۵، ۲۶۶۔

۶۔ معجم ابن حبیب بغدادی ص ۶۔

کتاب الخراج یحییٰ بن آدم قرشی کے رپورٹ کہتے ہیں کہ ان صحابہ کو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نہیں عمر فاروقؓ نے جاگیریں دی تھیں، قرآن سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔

۱۸۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے متعدد صحابہ کو جلا وطن کیا۔

ان میں ابوذر غفاری اور اشتر نخعی کا خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے، ان دونوں کا تعلق حکومت شہن پارٹیوں سے تھا، اشتر نخعی کو فہ پارٹی کے ایک سربراہ آدردہ لیڈر تھے، عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کے گورنروں کے خلاف اشتعال پھیلایا کرتے تھے، ابوذر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص آدمی تھے۔ ابو بکر صدیقؓ کا انتخاب ہوا اور اس سے بگڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بنی فاطمہ کے ساتھ راتوں کو مہاجرین و انصار کے گھر جا کر اپنے استحقاق خلافت اور بیعت کے لئے مہم چلا رہے تھے تو جن چند مہاجر صحابہ نے عملاً ان کی بیعت کر لی تھی، ان میں ابوذرؓ اور عمارؓ بن یاسر سب سے زیادہ ممتاز ہیں، یہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لئے جہاد تک کرنے کو تیار تھے اس وقت سے ان کی وفاداری کلیتہً اہل بیت کے ساتھ وابستہ ہو گئی تھی، عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کی کاٹ اور ان کے حکام پر مکتہ چینی اور ان کے خلاف اشتعال انگیزی ان کا مقصد بن گئی، قاضی دیار بکری: کان ابوذر یبتجاس علی عثمان و یجیبہ بالکلام الخشن و یفسد علیہ و یثیر الفتنہ و کان یؤدی ذلک التجاس الی ذہاب ہیئہ و تقلیل حرمتہ۔

اشتر نخعی اور ابوذر دونوں کی سرگرمیوں کا مختصر ذکر ہم خط ۳۵ و ۳۶ کے مقدمہ میں کر چکے ہیں زیادہ تفصیل کے لئے قارئین شرح نہج البلاغہ، فتوح ابن اعثم کوئی، تاریخ یعقوبی اور تاریخ الامم طبری کی طرف رجوع کر سکتے ہیں، یہاں ہمیں یہ بتانا ہے کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ابوذرؓ یا چند دوسرے افراد کو جلا وطنی کی جو سزا دی وہ جائز اور مناسب تھی، کوئی حکومت باغیانہ سرگرمیوں پر خاموش نہیں بیٹھا کرتی اور نہ ایسے کرتوتوں پر چشم پوشی کرتی ہے جن سے امن عامہ میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہو یا جو معاشرہ کا اخلاقی مزاج بگاڑتی ہوں، اسی طرح کسی حاکم سے یہ توقع کرنا بھی بیجا ہے کہ شوریدہ سر ادا نائیت

۱۔ کتاب الخراج مصروف، ۲۔ تاریخ الخلفاء ۲/۲۶۹ اس سلسلہ میں مزید دیکھئے تاریخ یعقوبی ج ۲/۱۲۸۔

یا عصبیت سے سرشار افراد بر ملا اس کی توہین کریں اور اس کے ساتھ گستاخی سے پیش آئیں اور وہ ان کو سزا نہ دے، رسول اللہؐ نے وجیہ قریش حکم بن عاص کو ایک بے ہودگی پر جس کا تعلق حکومت یا مفاد عامہ سے نہ تھا بلکہ خود ان کی ذات سے تھا، جلا وطن کر دیا تھا، عمر فاروقؓ معمولی ہجو پر قید کر دیتے تھے مدینہ میں ایک حسین نصر بن حجاج تھا اس کی صورت اور زلفوں نے بہت سی عورتوں کو مسحور کر لیا تھا حتیٰ کہ رات میں اس کی محبت کا ترانہ ایک عورت کی زبان سے سنا گیا، عمر فاروقؓ نے اس کی زلفیں کٹوا دیں اور جب اس سے بھی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا تو اس کو بصرہ جلا وطن کر دیا، وہاں بھی اس کے حسن کا جادو نہ رکا تو اس کو فارس بھیج دیا گیا۔ ایک عرب قرآن کے مشکل اور متشابہ آیات کی تفسیر پوچھنے بصرہ سے مدینہ آیا اور صحابہ کا پیچھا کرنے لگا، عمر فاروقؓ نے اس کے درے لگوائے، اس کو قید میں ڈالا اس کی تنخواہ بند کر دی اور اس کا سوشل بائی کاٹ کر دیا۔

۱۹۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے عمار بن یاسر کو مارا۔

ابوذر غفاریؓ کی طرح عمار بن یاسر بھی حضرت علیؓ کے خاص آدمی تھے، حضرت علیؓ کی حمایت اور عثمان غنیؓ کی مخالفت میں ان کا رول کمیت اور کیفیت دونوں میں ابوذر غفاریؓ سے زیادہ تھا کیوں کہ اول تو ابوذر عثمان غنیؓ سے کئی سال پہلے وفات پا گئے اور دوسرے انھوں نے عثمان غنیؓ کی خلافت کا بیشتر حصہ شام میں گزارا اور اگرچہ وہاں حکومت دشمن سرگرمیوں میں لگے رہے تاہم مرکز خلافت ایک عرصہ تک ان کی اشتعال انگیزیوں سے محفوظ رہا، اس کے برعکس عمار بن یاسر برابر مدینہ میں اقامت پذیر تھے اور عثمان غنیؓ کے جیتے جی اور مرنے کے بعد بھی ان کی مذمت کرتے رہے، آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ عثمان غنیؓ کا انتخاب ہوا تو انھوں نے گرج کر کہا تھا: بخدا اگر مجھے چند رضا کار مل جائیں تو میں عثمان غنیؓ کا انتخاب کرنے والوں سے جہاد کروں! انھوں نے عثمان غنیؓ کو اسلام تک کے خارج کر دیا تھا اور ان کو کافر کہتے تھے، اگر کبھی عثمان غنیؓ سے بات کرتے تو ابو عبد اللہ کہہ کر امیر المؤمنین کہہ کر کبھی خطاب نہ کرتے تھے، عثمان غنیؓ ان کی طرف بڑھتے لیکن وہ کھنچتے اور پیچھے ہٹتے تاہم قلب کی ایک دو مثالیں خط ۳۸ کے مقدمہ میں بیان کی جا چکی ہیں، ایک خبر یہ ہے کہ عثمان غنیؓ نے عمار بن یاسر

کو ایک جاگیر دی تھی، بہر حال عمار بن یاسر کے دل میں عثمان غنیؓ کی طرف سے بیکہ دلت تھی اور وہ کبھی عثمان غنیؓ کے روبرو لیکن اکثر پس پشت ان پر لعن طعن کیا کرتے تھے، عثمان غنیؓ کا عمار کو خود مارنا ثابت نہیں ہے، بعض رپورٹر اس کے منکر ہیں اور بعض اس کی توثیق کرتے ہیں، توثیق کرنے والوں کا بیان ہے کہ عمار بن یاسر مقداد بن عمرو، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن عوام اور دوسرے صحابہ نے جن میں اکثر حضرت علیؓ کے حامیوں کی تھی عثمان غنیؓ کی مزعومہ بدعنوانیوں کی ایک فہرست مرتب کی اور طے کیا کہ اس کو عثمان غنیؓ کے سامنے پیش کریں اور اگر وہ ان کو دُور کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوں تو معزول یا قتل کر دیں، تحریر میں اس دھمکی کی تصریح کر دی گئی تھی، عمار بن یاسر تحریر لیکر عثمان غنیؓ کے دیوان خانے گئے، عثمان غنیؓ نے اس کا کچھ حصہ پڑھا اور غصہ ہو کر تحریر پھینک دی، اس کے بعد دونوں میں نا ملائم گفتگو ہوئی، عثمان غنیؓ نے نوکردوں کو آواز دی اور کہا کہ عمار کو مارو، انھوں نے حکم کی تعمیل کی خود عثمان غنیؓ نے بھی لاتیں ماریں، عمار بیہوش ہو گئے۔

منکرین سزا کے مطابق مزعومہ بدعنوانیوں کے بارہ میں گفتگو کرنے سعد بن ابی وقاص اور عمار بن یاسر، عثمان غنیؓ کی کوٹھی پر آئے عثمان غنیؓ اس وقت سرکاری کاموں میں مصروف تھے، انھوں نے دربان سے کہلا بھیجا کہ آج کل میں بہت مصروف ہوں تاہم انھوں نے ملاقات کیلئے ایک دن اور وقت مقرر کر دیا، سعد چلے گئے لیکن عمار ڈٹے رہے اور دربان سے کہا: کہہ دو کہ میں اسی وقت ملنا چاہتا ہوں۔ دربان نے یہ الٹی میٹم پہنچا دیا، عثمان غنیؓ نے پھر کہلا بھیجا کہ میں اس وقت بہت مصروف ہوں، عمار نے برہم ہو کر کہا: کہہ دو مجھے اسی وقت ملنا ہے، انھوں نے کچھ ایسے توہین آمیز کلمے زبان سے نکالے کہ دربان کو غصہ آ گیا اور اُس نے عمار کو پٹیا، عثمان غنیؓ کو معلوم ہوا تو انھوں نے دربان کو ڈانٹا ڈپٹا لے۔

قارئین نہ سمجھیں کہ یہ واقعہ اُس وقت کی عرب معیشت میں کوئی سنگین یا غیر معمولی سانحہ تھا، عرب مسلمان ضرور ہو گئے تھے لیکن ان کی فطرت نہیں بدلی تھی، ان کی بہت سی عادتیں، محسوسات اور

سوچنے کے طریقے اب بھی ویسے ہی تھے، جیسے اسلام سے پہلے، صحابہ میں باہمی اختلاف بھی ہوتا تھا، ذوق بھی، ترش باتیں بھی، ان باتوں کی تفصیلات محفوظ نہیں رکھی گئیں اور جن کتابوں میں ان کے تذکرے تھے، ان کی طرف سے ایسی بے توجہی برتی گئی کہ وہ ضائع ہو گئیں اور جو بچ گئیں وہ ہنوز روپوش ہیں، جیسے اقدی کی کتاب الشوری یا کتاب السقیفۃ، قاضی مکہ زبیر بن بکّار کی موفقیات یا انسب قریش و اخبار ہا یا احمد بن عبد العزیز جوہری کی زیادات کتاب السقیفۃ، تاہم ان کتابوں کے جو اقتباسات دوسری اور اس وقت موجود مولفات میں نقل کر لئے گئے تھے ان سے یہ پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ صحابہ فرشتے نہ تھے، نہ معصوم عن الخطا ہستیاں جیسا کہ بعد میں ان کو پیش کیا گیا بلکہ انسان تھے خطا اور صواب سے مرکب اور بڑی حد تک اپنے روایتی ماحول اور مخصوص فطرت کے تابع، اگر یہ صحیح ہے کہ عثمان غنیؓ نے عمار بن یاسر کو پٹوایا یا خود پٹیا تھا تب بھی اس پر اعتراض کرنا اور اس کو فرد جرم قرار دے کر ان کے خلاف پیش کرنا درست نہیں کیوں کہ عمار کا طرز عمل ان کے اور ان کے خاندان کے ساتھ، ان کی خلافت اور اہم عہدے کے ساتھ بے حد نامناسب تھا، ایک حاکم اپنی اور اپنے عزیزوں کی توہین تنقیص، دل آزاری، اور اپنے اعمال کی غلط تفسیر و تعبیر کہاں تک برداشت کر سکتا ہے، معتزلی عالم ابو علی جبائیؒ: یہ ثابت نہیں کہ عثمان غنیؓ نے عمار کو مارا تھا اور اگر ثابت بھی ہو جائے کہ انھوں نے عمار کو اس سنگین قول (تکفیر) کی وجہ سے مارا تب بھی ان پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ حاکم کو خطا کاروں کی تادیب کا حق ہے۔ ان ضرب عمار غیر ثابت و لو ثبت اذہ ضرب للقول العظیم الذی کان یقولہ لم یجب ان یکون طعنا علیہ لأنّ لامام تأدیبہن یشحق التأدیب۔

عمر فاروقؓ کے درے سے کون ناواقف ہے، دسیوں جگہ ہم ان کی تاریخ میں پڑھتے ہیں: وعلاک بالدرج، صحابہ کو وہ ڈانٹتے، برا بھلا کہتے اور مارا بھی کرتے، قاضی مکہ دیار بکری: عمر فاروقؓ نے سعد بن ابی وقاص کے سر پر کوڑا مارا جب ان کی آمد پر سعد بطور احترام کھڑے نہ ہوئے اور کہا: تم نے منصب خلافت کا احترام نہیں کیا اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ تم کو بتا دوں منصبِ خلافت

بھی تمہارا احترام نہیں کرتا۔ ضرب عمر سعد بن ابی وقاص بالدرۃ علی رأسہ حین لم یقہلہ وقال: انک لم تہب الخلافة فأردت أن تعرف أن الخلافة لا تہابک۔ اسی طرح عمر فاروقؓ نے صحابی ابی بن کعب کو مارا جب ان کو دیکھا کہ وہ آگے آگے چل رہے ہیں اور باقی لوگ ان کے پیچھے پیچھے، ابی کے سر پر درہ مار کر عمر فاروقؓ نے کہا: یہ پیچھے چلنے والوں کی توہین ہے اور آگے چلنے والے کی تمکنت اور سبک سری کا موجب۔ وکذلک ضرب ابی بن کعب حین رأہ یمشی وخلفہ قوم فعلاہ بالدرۃ وقال: إن هذا مذلة للتابع وفتنة للمتبع۔ سعد بن ابی وقاص کے بارے میں دوسری رپورٹ یہ ہے کہ عمر فاروقؓ اہل مدینہ میں خمس کا روپیہ بانٹ رہے تھے اور لوگ چاروں طرف سے ان کو گھیرے ہوئے تھے کہ سعد آئے اور بھیڑ کو چیرتے پھاڑتے اس جگہ پہنچ گئے جہاں عمر فاروقؓ تھے، اس فعل کو عمر فاروقؓ نے بے ادبی پر محمول کیا اور درہ سے ان کی خبر لی اور کہا: تم لوگوں کو چیرتے پھاڑتے گھس پڑے اور سلطان اللہ (خلیفہ) کی حرمت کا تم نے کچھ خیال نہ کیا، میں تم کو بتانا چاہتا ہوں کہ بے ادبی پر سلطان اللہ (خلیفہ) بھی تمہارا خیال نہیں کر سکتا۔

۲۰۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے صحابی عبد اللہ بن مسعود کو مارا۔

یہ اعتراض بے بنیاد ہے، حق بات یہ ہے کہ عثمان غنیؓ نے ان کو مسجد سے نکالنے کا حکم دیا تھا، ایک شخص نے ان کو اٹھایا اور مسجد کے دروازہ پر لا پٹھا جس سے ان کی پسلیوں میں چوٹ آئی اور ایک قول یہ ہے کہ ایک یا دو پسلیاں ٹوٹ گئیں۔

عبد اللہ بن مسعودؓ سے کوفہ میں نگراں خزانہ اور معلم قرآن کے فرائض انجام دے رہے تھے ۲۷ یا ۲۸ھ کی بات ہے کہ گورنر ولید بن عقبہ نے کسی ضرورت کے لئے خزانہ سے روپیہ فرض لیا، اور ابن مسعود سے وعدہ کیا کہ ایک مقررہ وقت پر واپس کر دیں گے لیکن کسی مجبوری کے باعث اپنا وعدہ پورا نہ کر سکے، ابن مسعود بگڑ گئے اور فوری واپسی کا مطالبہ کیا، ولید نے عثمان غنیؓ کو صورت حال

سے مطلع کیا اور استدعا کی کہ ابن مسعود سے کہہ دیجئے کہ مجھے پریشان نہ کریں، روپیہ آنے پر ادا کر دیا جائیگا۔ عثمان غنیؓ نے ابن مسعود کو لکھ بھیجا کہ روپے کے لئے گورنر سے تقاضہ نہ کیا جائے، ابن مسعود نے طیش میں آکر خزانہ کی کبنیاں پھینک دیں اور اس کی نگرانی سے استغفار دے دیا، اب تک انھوں نے کوفہ کی حکومت دشمن سرگرمیوں میں کوئی عملی حصہ نہ لیا تھا لیکن اس واقعہ کے بعد وہ بھی عثمان غنیؓ، ولید اور ان کی حکومت کے مخالف ہو گئے۔ اپنے شاگردوں کے سامنے جن کا حلقہ کافی وسیع تھا عثمان غنیؓ پر نقد کرتے اور جمعہ کے دن تقریریں بھی خلیفہ پرنسز و تعریفیں کیا کرتے، گورنر ولید نے ان باتوں پر کسی بار احتجاج کیا لیکن ابن مسعود رکنے کی بجائے اور زیادہ چڑھ گئے، اس زمانہ میں ایک دوسرا واقعہ پیش آیا جس نے ابن مسعود کے جذبات کو بے حد مشتعل کر دیا، بڑے شہروں میں صحابہ درس قرآن دیا کرتے تھے، تدریس کا کام حافظ سے ہوتا تھا یا ان چند پورے یا ادھورے نسخوں سے جو بعض صحابہ نے قرآن کے بنائے تھے، صحابہ کی یادداشت اور کوشش حفظ ایک پایہ کی نہ تھی اس لئے کسی کو قرآن صحیح یاد تھا کسی کو غلط، صحابہ کے مآخذ بھی مختلف تھے، کسی نے براہ راست رسول اللہؐ سے قرآن سیکھا تھا، کسی نے رسول اللہؐ کے شاگردوں سے، اسی طرح کسی نے رسول اللہؐ سے متعدد سورتیں پڑھی تھیں اور کسی نے صرف ایک آدھی یا تہائی دلیٰ، غرض قرآن کی مکتوب اصل نہ ہونے سے قرآن کے الفاظ و قراءت میں کافی فرق پیدا ہو گیا تھا، کبھی ایسا ہوتا کہ جس کو قرآن کا کوئی صحیح لفظ یاد نہ رہتا تو وہ اس کے ہم معنی یا ہم آہنگ دوسرا لفظ اپنی طرف سے لگا دیتا اور حافظہ کی کمزوری کے زیر اثر یا کسی دوسرے نفسیاتی دباؤ میں آکر کسی آیت کے ساتھ نئے جملے یا فقرے بڑھا دیتا تھا، قراءت میں صرنی اور نحوی اختلاف بھی ظاہر ہوا، کسی نے ثلاثی مجرد فعل پڑھا، کسی نے ثلاثی مزید، کسی نے اسم فاعل پڑھا کسی نے صفت مشبہ، کسی نے غفور رحیم، کسی نے رؤوف کریم، مختصر یہ کہ اختلاف قراءت بڑے پیمانہ پر پھیلنا ہوا تھا، مدینہ، مکہ، صنعاء، بصرہ، کوفہ، حمص، دمشق، فسطاط اور دوسرے صدر مقاموں کی قراءتیں سب ایک دوسرے سے مختلف تھیں، ان مقاموں کے عرب جب کسی ایک مورچہ پر جنگ کے لئے جاتے اور ایک کیمپ میں فروکش

ہوتے اور قرآن پڑھتے تو سب کی قراتیں الگ الگ ہوتیں، ہر قرات والا اپنی قرات کو درست و مستند سمجھتا اور دوسری قراتوں کو غلط قرار دیتا، معاملہ یہیں تک محدود نہ رہا بلکہ مختلف قرات والے ایک دوسرے کو کافر اور محد کہنے لگے، بعض فوجی کمانڈروں نے عثمان غنیؓ کو لام پر جانے والے عربوں کے اس قراتی فتنے سے مطلع کیا اور کہا کہ اس کی روک تھام کیجئے ورنہ ہزاروں قرآن بن جائیں گے اور عربی وحدت ہمیشہ کے لئے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی، اُس وقت قرآن کا ایک نسخہ جو ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں جمع ہوا تھا، مدینہ میں موجود تھا، لیکن یہ نہ تو مرتب تھا نہ مکمل اور نہ صحیح، عثمان غنیؓ نے قرآن کی ترتیب، تصحیح اور تکمیل ایک قرآن کمیشن کے سپرد کر دی، جب یہ کام ہو گیا تو انھوں نے قرآن کے متعدد نسخے تیار کرائے اور ہر صدر مقام کو ایک ایک نسخہ بھیج دیا اور ایک فرمان جاری کیا کہ اس نسخے کے علاوہ جتنے نسخے ہوں جلادیں جائیں یا تلف کر دیئے جائیں، ابن مسعود کے پاس اپنا ایک نسخہ تھا جس کو انھوں نے خود مرتب کیا تھا اور جس کی مدد سے وہ درس دیا کرتے تھے اس نسخہ سے ان کو بڑا لگاؤ تھا، وہ اس پر نماز کرتے اور کہتے کہ میرا قرآن سب سے زیادہ مستند ہے کیونکہ میں نے اس کی ستر سورتیں رسول اللہؐ کے سامنے پڑھ کر ان کی تصحیح و توثیق کرائی تھی، عثمان غنیؓ کے نسخہ میں ایک سو تیرہ سورتیں تھیں لیکن ابن مسعود کے نسخہ میں ایک سو دس تھیں، سورہ فاتحہ اور مؤذنین کو وہ قرآن میں داخل نہیں کرتے تھے، اس اہم فرق کے علاوہ الفاظ کا بھی فرق تھا، اور ترتیب سورہ بھی عثمان غنیؓ کے نسخہ سے مختلف تھی۔

گورنر کوفہ ولید بن عقیبہ، ابن مسعود سے ملے اور کہا کہ اب آپ سرکاری نسخہ کے مطابق درس دیا کیجئے، خلیفہ کا حکم ہے کہ دوسرے سارے مجموعے ضائع کر دیئے جائیں، آپ اپنا نسخہ میرے حوالہ کر دیجئے تاکہ میں اس کو جلادوں، ابن مسعود یہ باتیں سن کر بے حد ناراض ہوئے اور اپنا نسخہ دینے یا سرکاری نسخہ کے مطابق قرآن پڑھانے سے انکار کر دیا، خزانہ سے قرض کے معاملہ میں عثمان غنیؓ سے بہم تھے ہی اب قرآن کے معاملہ میں اور زیادہ غصہ ہو گئے اور اپنے شاگردوں اور معتقدین کے سامنے جن میں بہت سے بارہو خ لوگ اور قبائلی سردار شامل تھے، عثمان غنیؓ کی مذمت پہلے سے

زیادہ شہرہ کے ساتھ کرنے لگے، کوفہ کی فضا خراب تو تھی ہی، ایک پرانے اور با اثر صحابی کی زبان طعن کھل جانے سے اور زیادہ مکر ہو گئی، ولید نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ابن مسعود کی شکایت کی تو انھوں نے لکھا کہ اُن کو مدینہ بھیج دو، واپسی کے بعد ابن مسعود پہلا جمعہ پڑھنے مسجد آئے تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے باللام الفاظ میں اُن کے آنے کا اعلان کیا، جواب میں ابن مسعود نے سخت اور طنز آمیز کلمات استعمال کئے، عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ملازم سے کہا کہ ان کو مسجد سے باہر نکال دے، ابن مسعود پست قدم اور منحنی سے آدمی تھے، ملازم ان کو اٹھا کر لے گیا اور مسجد کے دروازہ پر جا کر بیٹھ دیا جس سے اُنکی پسلی میں چوٹ آئی یا ٹوٹ گئی جیسا کہ بعض رپورٹروں کا بیان ہے، یہ ہے اس اعتراض کی حقیقت کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود کو مارا تھا۔ ابن مسعود بیمار ہوئے تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عیادت کو گئے اور مرنے کی کوشش کی لیکن ابن مسعود کا غبارِ خاطر کم نہ ہوا حتیٰ کہ انھوں نے مرتے وقت وصیت کر دی کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھائیں۔

۲۱۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سرکاری نسخے کے علاوہ قرآن کے سارے مجموعے ضائع کر دیئے، اس سلسلہ میں خاض طور پر عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب کے مجموعوں کا نام لیا جاتا ہے، قرآن کے غیر سرکاری نسخے ضائع کرانے کی وجہ اور بیان ہو چکی ہے، اگر ایسا نہ کیا جاتا تو ہر استاد ہر شہر، ہر قبیلہ اور ہر خاندان کے الگ الگ قرآن بن جاتے نیز اصلی و نقلی قرآن میں امتیاز کرنا ناممکن ہو جاتا، رہا یہ اعتراض کہ ابن مسعود اور ابی بن کعب کے مجموعے تلف کر دیئے گئے تو یہ بھی درست نہیں کیوں کہ جیسا یعقوبی نے اپنی تاریخ میں تصریح کی ہے ابن مسعود نے اپنا نسخہ دینے سے انکار کر دیا تھا اور ابی بن کعب کے بارے میں ابن ندیم کی تصریح ہے کہ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن ان کے خاندان میں منتقل ہوتا ہوا عباسی دور میں دیکھا گیا تھا۔

آخر میں ہم عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دو معصروں کی جن کا تعلق مخالف پارٹیوں سے نہ تھا اعتراضات کے

بارے میں رائے نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد خود عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تقریر کا ایک اقتباس قلمبند کر کے اس بحث کو ختم کر دیں گے۔

عبداللہ بن زبیرؓ:-

”عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے معترضین کی ایک جماعت مجھ سے ملی اور ان پر نکتہ چینی کرنے لگی، میں نے ان سے ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کی سیرت پر گفتگو کی اور ان کے ایسے اعمال کا ذکر کیا جن پر کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا، لیکن انہی اعمال کے لئے عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی کی گئی میری دلیلوں سے وہ ایسے لا جواب ہوئے جیسے انگوٹھا چوبنے والے بچے۔“^۱

عبداللہ بن عمرؓ:-

”عثمان غنی کے ایسے کاموں پر نکتہ چینی کی گئی جو عمر فاروقؓ کرتے تو کوئی اعتراض نہ کرتا۔“^۲
عثمان غنی رضی اللہ عنہ:-

”..... مجدا تم لوگ ایسی باتوں پر مجھے لعن طعن کرتے ہو جو ابن خطاب (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں تم نے بخوشی قبول کر لی تھیں، بات یہ ہے کہ انھوں نے تم کو پیروں سے روندھا، ہاتھ سے مارا اور زبان سے تمہاری خبر لی، اس لئے خواہ و ناخواہ تم ان کے مطیع بنے رہے، میں نے نرمی برتی، مروت سے کام لیا، نہ ہاتھ اٹھایا نہ زبان چلائی، اس لئے تمہاری جرأت بڑھ گئی اور تم گستاخ ہو گئے.....“^۳

۱۔ انساب الاشراف ۹/۵ ۲۔ طبقات ابن سعد ۲۷/۱ ۳۔ تاریخ الامم ۹۷/۵ -

مشنوی مادرِ مہند (از) شاد عظیم آبادی

یہ اپنے طرز کی پہلی مشنوی ہے اور اب سے ۵۰ - ۶۰ سال پہلے کی تصنیف ہے، مشنوی کی اقسام میں یہ سیاسی مشنوی نئی قسم کا اضافہ ہے، کتابت طبعیت بہتر، قیمت دو روپے لئے کا پتہ:- مکتبہ بک بھارت، ارض و بازار جامع مسجد دہلی

قسط دوازدہم:-

میر کا سیاسی اور سماجی ماحول

جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب، استاذ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

(سلسلہ کے لئے دیکھئے برہان اپریل ۱۹۶۴ء)

(۳) عہدِ میر کے سماجی حالات

اٹھارھویں صدی میں بھی سیاسی اور اقتصادی انحطاط کے باوجود دہلی کو وہی مرکزیت حاصل رہی جو زمانہ سلطنت اور عہدِ مغلیہ میں اُس کا طرہ امتیاز تھی، ادبی اور تہذیبی اعتبار سے دہلی ہی ہندوستان کا واحد مرکز تھی جہاں کی زبان اور کچر ”مستند“ سمجھا جاتا تھا، یہی وجہ ہے کہ جو شاعر دہلی کی تعریف میں رطب اللسان رہے ہیں، یا جنہوں نے دہلی کی تباہی و بربادی کا مرثیہ لکھا ہے، اور ان شعراء میں حاتم دسودا سے داغ و حالی تک سیکڑوں شاعر آتے ہیں، انہوں نے دراصل ایک تہذیبی علامت کے زوال کا مرثیہ لکھا ہے، حاتم نے دہلی کی تعریف یوں کی ہے:

نہیں ہے شہر دہلی ہے گلستاں چمن سے جس کا خوشتر ہے بیاباں
جدھر دیکھو تدھر ہر کوچہ و بازار ہوا ہے گلِ رجاں سے صحنِ گلزار
ہر اک دوکان پہ چشمک باز عیار کہ جن کی ہر رنگہ پر سو خریدار

لے میر نے دہلی کے شعراء اور وہاں کی زبان کی یوں تعریف کی ہے:-

اس فن میں کوئی بے تکیامرا معارض اول تو میں سندھوں پھر یہ مری زباں ہے